AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/33 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

علامہ اقبال اور اہم طرزہائے حکومت: ایک تجزیاتی مطالعہ

Allama Iqbal and Significant Forms of Government: An Analytical Study

Dr.Qamar Abbas
Lecturer Iqbaliat, Department of Iqbal Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.
dr.qamarabbas@iub.edu.pk
Professor Dr.Iftikhar Shafi
Prof. of Urdu
Government Graduate College Sahiwal
mohammadiftikharshafi@gmail.com

Abstract:

Dr. Allama Muhammad Iqbal, a towering intellectual figure of the 20th century, was a poet, philosopher, reformer, jurist, and political thinker who profoundly contributed to the cultural and civilizational guidance of the Muslim Ummah through his poetry and prose. His profound ideas presented a treasure trove of knowledge and wisdom to the intellectual and literary world, providing the Muslim Ummah, particularly the Muslims of the Indian subcontinent, with a clear vision and a lofty ideal. His philosophy offered pathways to break free from intellectual stagnation and laid the foundation for liberation, self-respect, self-reliance, inquiry, innovation, creativity, and freedom of thought and action for the Eastern nations. Allama Iqbal closely observed various political systems and forms of governance in the world, meticulously analyzing their merits and flaws. In his poetic and prose works, he critically examined concepts such as nationalism, democracy, monarchy, dictatorship, and the Islamic perspective of politics and governance, presenting his unique and profound viewpoint as a thinker and philosopher.

Iqbal envisioned an ideal system of governance rooted in religion and spirituality. This research article attempts to provide an analytical study of Iqbal's concept of an ideal government in the context of prevailing systems of governance worldwide.

Keywords: Allama Iqbal, ideal governance, monarchy, dictatorship,

democracy, spiritual democracy, Islamic governance, freedom, justice, equality, fraternity

ملخص: ڈاکٹر علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے عظیم شاعر، فلسفی، مصلح اور سیاسی مفکر ہیں جنہوں نے اپنی شاعری اور نثر کے ذریعے امت مسلمہ کی تہذیبی و ثقافتی رہنمائی کا فریضہ احسن انداز میں سر انجام دیا۔ انہوں نے اپنے تصورات کے ذریعے علم و حکمت کا وہ خزینہ علمی و ادبی دنیا کے سامنے پیش کیا جس نے امت مسلمہ اور بالخصوص برصغیر کے مسلمانوں کو ایک واضح لائحہ عمل اور اعلیٰ نصب العین فراہم کیا جس کے تحت اقوام مشرق کے لیے فکری جمود سے نکل کر آزادی و حریت، خودی و خودداری، تحقیق و جستجو، تجدید و اجتہاد، تخلیق و دریافت اور آزادی فکر و عمل کی راہیں استوار کیں۔ علامہ اقبال نے دنیا کے مختلف نظام ہائے سیاست اور طرز ہائے حکومت کو بہت قریب سے دیکھا اور ان میں موجود فوائد و مضمرات کا باریک بنی سے مطالعہ و مشاہدہ کیا اور اپنی شعری و نثری نگارشات میں ان کا ناقدانہ جائزہ لیا۔ انہوں نے اپنے سیاسی افکار میں وطنیت،، قومیت، جمہوریت، ملوکیت آمریت اور اسلامی تصور سیاست و ریاست پر ایک مفکر اور فلسفی کے انداز میں اظہار خیال کیا اور اس حوالے سے اپنا جداگانہ نقطہ نظر پیش کیا۔ اقبال کے ذہن میں ایک مثالی طرز حکومت کا خاکہ تھا جس کی بنیاد دین و روحانیت پر تھی۔ اس تحقیقی مضمون میں دنیا میں رائج اہم طرز ہائے حکومت کے تناظر میں اقبال کے مثالی طرز حکومت کا تجزیاتی مطالعہ پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ: علامہ اقبال، مثالی، طرز حکومت، ملوکیت، آمریت، جمہوریت، روحانی، جمہوریت، اسلامی طرز، حکومت، آزادی، عدل و انصاف، مساوات، بھائی چارہ

ریاست اور سیاسی نظم کی ایک طویل تاریخ ہے۔ انسانی تمدن کا ابتدائی ادارہ خاندان کی صورت میں سامنے آیا جس کی سربراہی ایک شخص کے پاس ہوتی تھی جو خاندان کے تحفظ اور بقا کا ضامن ہوتا۔ خاندانوں کے ادغام سے قبائلی نظام متعارف ہوا جس میں سردار کا مرتبہ اور کردار اہم تھا۔ قبیلے کا سردار عموماً اپنی طاقت، بہادری، جرآت مندی، تجربے اور خدمات کی بنیاد پر مقرر ہوتا اور قبیلے کی سلامتی، وسائل کی تقسیم اور ترقی کے لیے معاملات و مسائل کو حل کرنے کا فریضہ سر انجام دیتا تھا۔ قبائلی نظام کے طویل ارتقا کے تحت آبادی اور مسائل میں بے پناہ اضافے نے مختلف قبائل کے اتحاد کا راستہ ہموار کیا اور قبائل کی توسیع و اتحاد نے ایک بڑے مطلق العنان سیاسی نظم کی بنیاد رکھی جو بادشاہت یا ملوکیت کے نام سے متعارف ہوا اور کئی صدیوں تک دنیا کے مختلف خطوں میں رائج رہا۔ حتیٰ کہ آج کے جدید دور میں بھی بعض ممالک میں یہ سیاسی نظم قائم ہے۔ بادشاہوں کو اکثر الٰہی طاقتوں کا نمائندہ سمجھا جاتا تھا اور یہ بات ان کے اقتدار کو مضبوط کرتی تھی۔

ڈاکٹر کنیز فاطمہ یوسف کے مطابق:

> "انیسویں صدی تک دنیا میں سیاسی نظام کی ترتیب عسکری فتوحات پر مبنی شاہی سلطنتیں تھیں۔ یہ نظام قبائل کے اتحاد سے پیدا ہوا۔ جب انہوں نے محسوس کیا کہ ایک طاقتور قبیلہ چھوٹے قبیلوں کو زیر کر کے ان کے معاشی اور معاشرتی حقوق ضبط کر لیتا ہے۔ لہذا قبائلی سرداروں نے اپنی قوت کے چند عناصر از خود کسی دوسرے ایسے سردار کو تفویض کر دیے جو ان کو عقلمند بہادر اور عوام کے تحفظ پر کاربند نظر آیا۔ ایسا سردار بادشاہ بنا۔ پھر بادشاہت موروثی ہوگئی اور اس کی مزید ترقی

نے شہنشاہیت یا امپیریلزم کی بنیاد استوار کی۔"(۱)

انسان کے سیاسی شعور، معاشی ضروریات، بقائے باہمی اور سلامتی و تحفظ جیسے امور نے اصول و نظم کی اہمیت کو انسانی اذہان میں راسخ کیا تو یہ ابتدائی نظم ریاست و حکومت کی صورت اختیار کر گیا۔ آبادی، علاقہ، حکومت اور حاکمیت ریاست کے اجزائے ترکیبی قرار پائے(۲)

ریاست و حکومت کے ارتقا پر نظر ڈالی جائے تو زمانہ قدیم سے لے کر آج کے جدید دور تک ریاست کے انتظام و انصرام کے لیے کئی تجربات ہو چکے ہیں۔ ریاست کے امور کی انجام دہی کے لیے حکومت کی تشکیل کیسے ہو؟ حکومت کرنے کا اصل حقدار کون ہے؟ حکومت کا اختیار حکمران طبقہ کو کون سونپے؟ امور سلطنت و ریاست کی انجام دہی کا طریقہ کار کیا ہو؟ ریاست و حکومت کے مقاصد و اہداف کیا ہیں؟ یہ وہ سوالات ہیں جو ذہن انسانی میں ہمیشہ موجود رہے ہیں اور علمی و سیاسی مباحث کا مرکز و محور بنے رہے ہیں۔ ان سوالات نے ریاست و مملکت کو چلانے کے لیے مختلف طرز ہائے حکومت کو جنم دیا اور دنیا میں دور قدیم سے عہد موجود تک مختلف طرز ہائے حکومت کا تجربہ ہو چکا ہے۔ مملکت کے انتظام کو چلانے کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جو اہم طرز حکومت انسان کے تجربہ میں آ چکے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ مرکزی نظام حکومت: اس طرز حکومت میں تمام اختیارات مرکزی حکومت کے پاس ہوتے ہیں اور مقامی حکومتیں صرف مرکزی حکومت کے تفویض کردہ اختیارات کے تحت کام کرتی ہیں۔

۲۔ وفاقی نظام حکومت: اس نظام حکومت میں اختیارات مرکز اور ریاستی اکائیوں میں آئینی طور پر تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔

۳۔ کنفیڈریشن: اس نظام میں خود مختار ریاستیں مشترکہ مفادات کے لیے ایک مرکزی حکومت تشکیل دیتی ہیں جو بہت زیادہ طاقتور نہیں ہوتی۔ یہ ریاستیں خاص طور پر امور دفاع و خارجہ میں تعاون کرتی ہیں۔ ریاستوں کی خود مختاری پر حرف نہیں آتا۔

۴۔ صدارتی نظام حکومت: اس نظام حکومت میں ریاست کی انتظامیہ کا سربراہ صدر ہوتا ہے۔

۵۔ پارلیمانی نظام حکومت: پارلیمانی طرز حکومت میں ریاست کی انتظامیہ کا سربراہ وزیر اعظم ہوتا ہے۔

حکومت کی تشکیل یا انتخاب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو جو اہم طرز ہائے حکومت انسانی تجربہ میں آئے ہیں، وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ بادشاہت / ملوکیت / (MONARCHY)

۲۔ آمریت (DICTATORSHIP)

۳۔ اسلامی طرز حکومت / خلافت۔ (Islamic Form Of Govt/ Caliphate)

۴۔ جمہوریت (DEMOCRACY)

بادشاہت قدیم ترین طرز حکومت ہے۔ اس طرز حکومت میں بادشاہ کا ہر حکم قانون کا درجہ رکھتا ہے۔ بادشاہ ملک کا منتظم اعلیٰ، منصف اعلیٰ اور مقنن اعلیٰ تصور کیا جاتا ہے۔ قومی خزانہ کا مکمل کنٹرول اس کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ تنقید سے بالاتر سمجھا جاتا ہے۔ سب اس کے سامنے جوابدہ ہوتے ہیں۔ وہ کسی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتا۔ اقتدار کی منتقلی عموماً وراثت کے اصول کے تحت ہوتی ہے۔ بادشاہ مرتے دم تک تخت شاہی پر براجمان رہتا ہے۔ بادشاہ کے دار فانی سے رخصت ہو جانے کے بعد اس کا بڑا بیٹا منصب حکومت سنبھال لیتا ہے۔ بعض اوقات بادشاہ کے بیٹوں میں تخت نشینی کی جنگیں چھڑ جاتی تھیں اور مملکت عدم استحکام کی نذر ہو جاتی اور تلوار فیصلہ کرتی کہ شہزادوں میں سے کون تخت کا وارث

ہو گا۔ اگر بادشاہ فاسق و فاجر اور ناانصاف ہو تو وہ خود ملک کی بربادی کا سامان کرتا ہے۔ نہ ہی اس ملک کے باشندے اس کے ظلم و جور سے محفوظ رہتے ہیں اور نہ ہی اس کے توسیع پسندانہ عزائم سے دیگر ممالک محفوظ ہوتے ہیں۔ تاریخ عالم اس نظام حکومت کے ظلم و بربریت سے بھری پڑی ہے۔ علامہ ابن خلدون اس حوالہ سے لکھتے ہیں:

"هو حمل الکافته علی مقتضی العرض و الشهوته "(۳)

(ترجمہ: استبدادی بادشاہت وہ حکومت ہے جو لوگوں کو بادشاہ کی ذاتی اغراض اور خواہشات پوری کرنے پر مجبور کرتی ہے)

قرآن پاک میں بھی بادشاہوں کے ظلم و جبر کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے:

"قَالَتْ إِنَّ ٱلْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا۟ قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوٓا۟ أَعِزَّةَ أَهْلِهَآ أَذِلَّةً ۖ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ "(۴)

(ترجمہ: یقیناً بادشاہ جب داخل ہوتے ہیں کسی بستی میں تو اس کو خراب کر دیتے ہیں اور کر ڈالتے ہیں وہاں کے باعزت لوگوں کو رسوا اور ایسا ہی کرتے رہتے ہیں)

اس طرز حکومت میں شہریوں کے اندر تحقیق، تخلیق اور اختراع کی صلاحیتیں مفقود ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ انسان کے بنیادی حقوق اور آزادیوں کا فقدان ہوتا ہے۔ اس طرز حکومت کا کوئی اخلاقی یا روحانی جواز بھی نہیں ہوتا۔ ملوکیت کی خوبیاں دیکھی جائیں تو دیگر طرز ہائے حکومت کے مقابلے میں تشکیل حکومت اور انتقال اقتدار میں اخراجات بہت کم ہوتے ہیں اور ملکی خزانے پر بوجھ نہیں پڑتا۔ اسی طرح اس طرز حکومت میں سیاسی استحکام ہوتا ہے۔ بادشاہ تاحیات حکمران رہتا ہے۔ اگر بادشاہ نیک سیرت اور ملکی اور بین الاقوامی امور میں مہارت اور تدبر رکھتا ہے تو لوگ امن و چین سے زندگی بسر کر سکتے ہیں اور ملک ترقی کرتا ہے۔ "ملوکیت کی واحد خوبی یہ ہے کہ اس میں ملک کو سیاسی استحکام نصیب ہوتا ہے۔ لوگ امن و چین کی زندگی بسر کرتے ہیں اور انتظامیہ مقننہ اور عدلیہ کے الگ الگ اداروں پر جو بے تحاشہ اخراجات اٹھتے ہیں وہ بچ جاتے ہیں۔ لیکن ملوکیت کی خرابیاں بے شمار ہیں پہلی اور اہم خرابی یہ ہے کہ حاکم لوگوں پر مسلط ہو جاتا ہے۔ حاکم کے انتخاب میں لوگوں کی مرضی شامل نہیں ہوتی"(۵)

لیکن دنیا نے ملوکیت اور بادشاہت کی خون آشام تاریخ کا مشاہدہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید دور میں اس طرز حکومت کو رد کر دیا گیا ہے۔ موجودہ دور میں برطانیہ میں آئینی بادشاہت ہے۔ ملکہ یا بادشاہ کے برائے نام اختیارات قائم ہیں۔ برطانیہ میں پارلیمانی جمہوریت ہے مگر بادشاہت کا ادارہ علامتی طور پر رکھا گیا ہے۔ سعودی عرب میں مطلق العنان بادشاہت قائم ہے۔ بادشاہ کے اختیارات قدیم ادوار کی طرح لا محدود نہیں ہیں۔ تاریخ کے مختلف ادوار میں کئی اہم بادشاہتیں قائم ہوئیں جنہوں نے سیاسی سماجی اور ثقافتی اثرات سے دنیا کو متاثر کیا۔ دنیا کی چند اہم بادشاہتیں درج ذیل ہیں(۶)

۱۔ قدیم مصر کی بادشاہت	(تقریباً ۳۱۰۰ ق م---۳۰ ق م)
۲۔ بابلی سلطنت	(۱۸۹۴ ق م---۵۳۹ ق م)
۳۔ موریہ سلطنت	(۳۲۲ ق م---۱۸۵ ق م)
۴۔ رومانی سلطنت	(۲۷ ق م---۴۷۶ عیسوی)

۵۔ سلطنت عثمانیہ (۱۲۹۹---۱۹۲۴عیسوی)

۶۔ چین کی شاہی سلطنتیں (۲۰۶--ق م --- ۱۶۴۴ عیسوی "ہان سلطنت، تنگ سلطنت، منگ سلطنت")

۷۔ سلطنت مغلیہ (۱۵۲۶عیسوی---۱۸۵۷عیسوی)

۸۔ برطانوی سلطنت (۱۶ویں صدی---۲۰ویں صدی عیسوی)

۹۔ فرانس کی بادشاہت (۸۴۳---۱۷۹۲عیسوی)

۱۰۔ روس کی زار سلطنت (۱۵۴۷---۱۹۱۷عیسوی)

۱۱۔ فارسی سلطنت (۵۵۰ق م---۳۳۰ق م)

۱۲۔ اندلس کی مسلم سلطنت (۷۵۶عیسوی---۱۰۳۱عیسوی)

آمرانہ طرز حکومت AUTHORITARIAN GOVERNMENT

آمریت یا آمرانہ طرز حکومت جمہوریت کے رد عمل کے طور پر سامنے آیا اس طرز حکومت میں اقتدار اعلیٰ کسی فرد واحد، کسی مخصوص گروہ، یا جماعت کے پاس جمع ہو جاتا ہے۔ آمریت میں حکمران گروہ من پسند قوانین کی تشکیل اور نفاذ عمل میں لاتا ہے۔ خود کو قانون سے بالاتر تصور کرتا ہے۔ حکمران طبقہ مخالف قوتوں کو سختی سے کچلنے کی پالیسی اپناتا ہے۔ پولیس اور افواج کے ذریعے من چاہے فیصلوں پر سختی سے عمل درآمد کرایا جاتا ہے۔ اس طرز حکومت میں انسانی بنیادی حقوق اور سماجی و سیاسی آزادیوں پر عموماً پابندی عائد رکھی جاتی ہے۔ حکمران گروہ یا فرد واحد اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کے لیے عدلیہ، انتظامیہ، عوام، میڈیا اور تمام ریاستی اداروں پر سخت کنٹرول رکھا جاتا ہے۔ من پسند نظریات کو فروغ دینے کے لیے آمر مذہبی یا نظریاتی نعروں کا بھی سہارا لے لیتے ہیں۔ اس حوالے سے ہنا آرینڈٹ لکھتے ہیں:

"In totalitarian regimes, power is centralized in the hands of a single leader, group or elite eliminating all opposition and erasing the distinction between public and private life " (۷)

دنیا میں آمریت کی کئی اقسام بھی تجربہ میں آچکی ہیں۔ کلی آمریت میں مقتدر فرد یا طبقہ عوامی و نجی زندگی پر مکمل کنٹرول حاصل کرتا ہے جبکہ مطلق العنانیت میں محدود سیاسی تناؤ کی اجازت ہوتی ہے اور تمام تر توجہ اقتدار کو طول دینے پر مرکوز ہوتی ہے۔ فوجی آمریت میں عموماً قومی سلامتی کے جواز کے تحت شہری آزادیوں پر قدغن لگائی جاتی ہے اور درجہ بندی کے اعتبار سے کنٹرول کیا جاتا ہے۔ ہائبرڈ آمریت دھاندلی زدہ انتخابات اور ذرائع ابلاغ پر کنٹرول کے ذریعے طاقت کا ارتکاز کرتی ہے اور اپنے طرز عمل کو جمہوریت کے ساتھ جوڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ مذہبی آمریت میں ریاستی حکمت عملی کو مذہبی نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تاکہ ایک متحد سیاست سماجی ڈھانچہ قائم کیا جا سکے۔ اس حوالے سے سیموئیل پی ہنٹنگٹن لکھتے ہیں:

"Religious authoritarian regimes rely on the fusion of religious

AL-AHQAQ Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/33 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

dogma with state governance, often suppressing pluralism to maintain a united societal structure" (۸)

آمرانہ طرز حکومت کے مثبت پہلوؤں کی بات کی جائے تو تشکیل حکومت اور انتقال اقتدار میں اخراجات جمہوریت کی نسبت نہ ہونے کے برابر ہوتے ہیں۔ فیصلہ سازی تیز رفتاری سے عمل میں آتی ہے۔ قومی منصوبوں میں تسلسل برقرار رہتا ہے اور ان کی تیز تر تکمیل کی راہیں استوار ہوتی ہیں۔ آمریت کے منفی پہلوؤں میں ناانصافی، عدم مساوات اور بدعنوانی کو فروغ ملتا ہے۔ آمریت میں انسانی آزادیاں پامال ہوتی ہیں اور تحقیق، تخلیق اور اختراع کی صلاحیتوں سے محروم معاشرہ وجود میں آتا ہے۔ یہ نہ تو قیام امن میں استحکام پیدا کر سکتی ہے اور نہ ہی قوم کے اندر مسابقت کا جذبہ پیدا کر سکتی ہے۔ بعض اوقات کسی آمر کی ہوس ملک گیری عالمی امن و سلامتی کے لیے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ تاریخ میں اہم آمرانہ طرز حکومت کی مثالیں درج ذیل ہیں:

۱۔ قدیم روم کی آمریت	(حکمران: جولیس سیزر "۴۹ق م---۴۴ق م")
۲۔ نازی آمریت جرمنی	(حکمران: ایڈولف ہٹلر "۱۹۳۳---۱۹۴۵عیسوی")
۳۔ فاشسٹ اٹلی	(حکمران: بینیٹو مسولینی "۱۹۲۲---۱۹۴۳عیسوی")
۴۔ سوویت یونین کی آمریت	(حکمران: جوزف سٹالن "۱۹۲۴---۱۹۵۳عیسوی")
۵۔ شمالی کوریائی آمریت	(حکمران: کم خاندان "۱۹۴۸عیسوی تاحال")
۶۔ پاکستان میں مارشل لا ادوار	(حکمران: جنرل ایوب خان, جنرل ضیاءالحق, جنرل پرویز مشرف)

جمہوریت (DEMOCRACY)

اردو لفظ جمہوریت، الجمہور (عربی لفظ) سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی "اکثریت" یا "نمایاں" کے ہیں۔ انگریزی میں جمہوریت کا متبادل لفظ democracy ہے۔ معنی کی مناسبت سے عوام کی اکثریت کی مرضی کی حکومت جمہوریت کہلاتی ہے۔ تاریخی طور پر اس طرز حکومت کو یونانی تاریخ اور نظام سیاست سے جوڑا جاتا ہے جہاں ریاست کے تمام شہری حکومتی امور میں شرکت کرتے تھے۔ لیکن وہاں شہری کی تعریف میں معزز طبقہ ہی شامل تھا۔ خواتین اور غلام اس سے محروم تھے۔ سولھویں، سترھویں صدی عیسوی سے جدید سیاسی اصطلاح کے طور پر جمہوریت کا لفظ عام ہوا۔ ایسا طرز حکومت جس میں اقتدار کا سرچشمہ عوام ہوں اور کاروبار حکومت عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے چلایا جائے جمہوریت کہلاتا ہے۔

ہیروڈوٹس (Herodotus) کے مطابق:

"It is a government in favour of the many and not the few, the law is equal for rich and poor alike and therefore it is a government of laws ,.....and liberty is respected both in private and in public life"(۹)

جمہوریت کے علمبردار یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ طرز حکومت عوام کے ذریعے تشکیل پاتا ہے۔ مفاد عامہ اس کی منشا ہے۔ آئین و قانون اور عوام کی بالادستی اس کا بنیادی اصول ہے۔ اس میں انسانی حقوق اور آزادیوں کا تحفظ ہوتا ہے۔ حکمران عوام کے سامنے جواب دہ ہوتے

ہیں۔ تحریر و تقریر اور اظہار رائے کی آزادی کے ساتھ ساتھ انتقال اقتدار احسن اور پر امن انداز میں روبہ عمل ہو جاتا ہے۔بقول ڈال۔ آر۔اے :

"Democracy provides a mechanism for peaceful conflict resolution and ensuring the protection of individual rights and promoting equality among citizens by enabling their participation in governance.".(١٠)

جمہوری طرز حکومت کے حوالے سے بہت سے تحفظات کا اظہار بھی سامنے اتارہتا ہے کہ اس میں فیصلہ سازی میں تاخیر ملکی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ نااہل اور غیر ذمہ دار افراد بھی اعلیٰ عہدوں پر فائض ہو سکتے ہیں اور بعض اوقات اکثریت کی آمریت قائم ہو جاتی ہے۔ اس سے اقلیتوں کے حقوق پامال ہو سکتے ہیں۔ ہر خاص مدت کے بعد انتخابات پر قوم کے کثیر قیمتی وسائل صرف ہو جاتے ہیں۔ انتخابات میں غیر اخلاقی ہتھکنڈوں کا استعمال ملک کے اندر سیاسی ہیجان کا سبب بنتا ہے۔ بعض اوقات نمائندے ذاتی مفاد کو اجتماعی مفاد پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ قومی منصوبوں میں تسلسل کا عمل بھی متاثر ہوتا ہے۔ چومسکی اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"The electoral process in many democracies is prone to manipulation, corruption and the influence of money which undermines the principle of equal representation." (١١)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ جمہوری طرز حکومت اپنی مثالی صورت میں ایسے معاشرے میں پنپ سکتا ہے اور کامیاب ہو سکتا ہے جہاں عوام تعلیم یافتہ ہوں اور ان میں سیاسی شعور اور معاشی خوشحالی ہو۔ معاشرے میں لسانی مذہبی اور گروہی مخاصمت اور تفرنہ نہ ہو۔ لوگ اہلیت اور دیانت کی بنیاد پر اپنے نمائندوں کا انتخاب کریں۔ نمائندوں کے انتخاب کا نظام شفاف اور غیر جانبدار ہو۔ جمہوری طرز حکومت جن اہداف و مقاصد کا علمبردار ہے اس کی کامیابی کے لیے وہی خاص ماحول درکار ہوتا ہے۔

جمہوریت کی ابتدائی شکل گروہی اور قبائلی تھی۔ قبیلے کا سردار اپنے قبیلے اور علاقے کا انتظام اپنے قبیلے کے معززین کی محدود مشاورت سے چلاتا تھا۔ اسی نظم نے وسعت اختیار کی تو ریاست تشکیل پذیر ہوئی" دنیا کے بیشتر حصوں میں جمہوریت کی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ خاص طور پر عرب، اسٹریلیا، نیوزی لینڈ، افریقہ اور امریکہ کے قدیم قبائل میں "(١٢) موجودہ دور کی جمہوریت کا ابتدائی خاکہ یونان کی شہری ریاستوں نے بھی پیش کیا تاہم ان ریاستوں کے انتظامی امور اشرافیہ کے ہاتھوں میں تھے۔ مجلس مشاورت کا وجود بھی ملتا ہے لیکن ایک بڑی آبادی شہری حقوق سے محروم تھی۔

بقول شاہد رزاقی:

"یونان میں تین چوتھائی آبادی (عورتیں اور غلام) سیاسی حقوق سے محروم تھی۔ اسی وجہ سے افلاطون، ارسطاطیس، ارسطافینز اور زینوفون جیسے مفکروں اور مدبروں نے یونانی جمہوریت پر شدید تنقید کی۔ ان نقائص کے علاوہ جمہوریت کے ترقی یافتہ تصور کے بموجب یونانی جمہوریت میں سب سے بڑی خرابی یونانی معاشرے کی پیدا کردہ تھی جو نظام غلامی پر مبنی تھا۔ زرعی معاشرہ کے آغاز اور شہری معاشرہ کی ترقی سے غلامی اور عورتوں کی محکومی کا جو سلسلہ شروع ہوا اس سے کوئی

معاشرہ بھی محفوظ نہ رہ سکا اور یونانی جمہوریت بھی ان غیر جمہوری طریقوں کو ختم نہ کر سکی۔ چنانچہ یہ غیر جمہوری معاشرہ یونانی جمہوریت میں بنیادی نقائص کا سبب بنا رہا"(۱۳)

زوال یونان کے بعد سلطنت روم کو عروج حاصل ہوا۔ یہاں یونانی جمہوریت کی تقلید کی گئی لیکن جب شہری مملکت بڑی شہنشاہیت میں ڈھلنے لگی تو براہ راست جمہوریت کو برقرار رکھنا دشوار ہو گیا۔ اس نظام میں جمہوریت برائے نام تھی اور رہی صحیح کسر شہنشاہی دور کے آغاز نے پوری کر دی اور جمہوریت ختم ہو گئی۔ اہل رومانے یونان کی انتہا پسند جمہوریت کو ناموزوں قرار دیا۔ وہ دستوری نظام اور قانونی مساوات کے حامی تھے۔ قانون کی تدوین رومنوں کا بڑا کارنامہ ہے۔ تاریخ جمہوریت میں شاہد رزاقی لکھتے ہیں:

"اسی زمانے میں عیسائیت کا شور ہوا جس نے محبت و اخوت کی تعلیم دی۔ لیکن اس کا مقصد صرف روحانی نجات تک محدود تھا۔ اس لیے اس نے معاشری مسائل حل کرنے پر توجہ نہ کی اور حکومت کو قیصر کا حق قرار دے کر دنیاوی معاملات حکمرانوں پر چھوڑ دیے۔ روما کے زوال کے بعد یورپ بتدریج زوال پذیر ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ یورپ تاریکیوں میں کھو گیا"(۱۴)

جدید جمہوریت کی بنیاد برطانیہ میں میگنا کارٹا (۱۲۱۵عیسوی) سے جدید آئینی جمہوریت تک اور امریکہ میں امریکی آزادی (۱۷۷۶) کے بعد پڑی۔

موجودہ دور میں درج ذیل دنیا کی اہم جمہوریتیں تصور کی جاتی ہیں:

۱۔ امریکہ	(صدارتی جمہوریت)
۲۔ برطانیہ	(آئینی بادشاہت کے ساتھ پارلیمانی جمہوریت
۳۔ بھارت	(پارلیمانی جمہوریت)
۴۔ جرمنی	(وفاقی پارلیمانی جمہوریت)
۵۔ جاپان	(آئینی بادشاہت کے ساتھ پارلیمانی جمہوریت
۶۔ فرانس	(نیم صدارتی جمہوریت)
۷۔ کینیڈا	(آئینی بادشاہت کے ساتھ وفاقی پارلیمانی جمہوریت)
۹۔ آسٹریلیا	(وفاقی پارلیمانی جمہوریت)۔

اسلامی طرز حکومت / خلافت ISLAMIC,GOVERNANCE / CALIPHATE

یورپ کا دور زوال اسلامی نظم کا دور عروج تھا۔ اسلام نے اپنے معاشرتی، معاشی اور سیاسی تصورات کی بدولت ایک مسلم ملت پیدا کر دی جو ایک ہزار سال تک دنیا پر چھائی رہی۔ اسلام نے وہ سنہری اصول پیش کیے جو اس وقت کی موجود معاشرت کے لیے کشش و جاذبیت کا باعث بن گئے۔ اسلام نے انتہا پسند جمہوریت اور مطلق النعان بادشاہت سے جداگانہ طرز حکومت و معاشرت دنیا کو دیا۔ اسلامی طرز حکومت کی بنیاد اللہ تعالیٰ کی حاکمیت (Sovereignty of God) پر ہے۔ اقتدار اعلیٰ کے اسلامی نظریہ کے مطابق تمام اختیارات کا مرکز و منبع اللہ تعالیٰ کی

ذات ہے۔ حاکمیت کے اس تصور نے انسان کو انسان کی حکومت سے آزاد کر کے حریت اور آزادی کے تصور کو عملی حقیقت بنادیا۔ قرآن مقدس میں بار ہا حاکمیت الٰہی کا بیان ہے۔ فرمایا:

مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (۱۵)

ترجمہ: تم اس کے سوا صرف ایسے ناموں کی عبادت کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے تراش لیے ہیں، اللہ نے ان کی کوئی دلیل نہیں اتاری۔ حکم تو صرف اللہ کا ہے۔ اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہ سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

ایک اور مقام پر قرآن مقدس میں ارشاد ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ٘ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ "۱۶

ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جس کے قبضے میں اقتدار و حاکمیت ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کو حاکم حقیقی، تمام حکمرانوں کا حاکم، تمام حاکموں سے بہتر، تمام انسانوں کا بادشاہ، عرش عظیم کا مالک، تمام عالموں کا مالک و پروردگار اور ہر ضعف و نقص سے پاک قرار دیا گیا ہے۔ اس اعتبار سے اسلامی ریاست کا حکمران قانون سازی اور اپنے اختیارات کے استعمال میں قرآن پاک اور سنت رسول ﷺ (احادیث و اسوہ رسول ﷺ) سے ہدایت اور رہنمائی لینے کا پابند ہے۔ قرآن و سنت سے واضح ہدایت نہ ملنے کی صورت میں قرآن و سنت کی روح کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتہاد کے ذریعے قانون سازی کی جاتی ہے۔

اسلامی طرز حکومت انسان کے بنیادی حقوق اور معاشرتی آزادیوں کے تحفظ کا دعویٰ کرتا ہے۔ اس نظام کی بنیاد عدل و انصاف اور انسانی مساوات پر قائم ہے۔ حکمران پر بھاری ذمہ داری ہے کہ وہ ریاست میں موجود تمام افراد کی معیشت کو عدل کے اصول پر قائم کرنے کی کوشش کرے اور ایک خوشحال اور فلاحی مملکت کا قیام عمل میں لائے۔ اہل اقتدار پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ مملکت کے شہریوں کے سامنے بھی جواب دہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی۔ اس ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کی بھی ضمانت دی گئی ہے۔ انسانیت کو ظلم و جبر سے نجات دلانے کے لیے مخصوص حالات اور مخصوص شرائط کے تحت اسلامی ریاست کو جہاد کرنے کا حکم ہے۔ اسلامی ریاست میں اندرونی اور بیرونی امن قائم رکھنا ریاست کی بڑی ذمہ داری ہے۔ جنگ صرف ظلم اور استحصال کے خاتمے اور دفاع کے لیے کی جاتی ہے اور اس میں بھی اسلام کے سنہری اصول دیے گئے ہیں جس میں بوڑھوں، عورتوں، غیر مصلح اور صلح پر آمادہ دشمنوں پر حملہ کرنے کی ممانعت ہے۔ قران مجید میں فرمان خداوندی ہے کہ:

وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (۱۷)

ترجمہ: اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے۔

اسلامی طرز حکومت میں اخلاقی اور روحانی اقدار کو بھی مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ نظام مملکت کی بنیاد ہی توحید، رسالت اور آخرت کے عقیدہ پر قائم ہے جو روحانی اقدار مثلاً ایمانداری، شجاعت، انصاف پسندی، رواداری، مساوات اور اجتماعی فلاح جیسے اصولوں کی ترویج و ترغیب

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

کا باعث ہے۔ یہ طرز حکومت الٰہی ہدایات کے مطابق انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے ایک جامع نظام پیش کرتا ہے جو انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہے اور جس کا مقصد دنیا اور آخرت میں کامیابی و کامرانی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلامی طرز حکومت میں حکمران اور قانون ساز ادارہ کی تشکیل کیسے عمل میں آتی ہے؟ زمام حکومت کس کے سپرد کی جائے؟ ان کی اہلیت کیا ہو؟ حکمران کا انتخاب کون کرے؟ اس کی کیا اہلیت ہو؟ حکمران گروہ کے لیے فیصلہ سازی کا اصول و معیار کیا ہے؟ کیا فیصلہ حکمران کی صوابدید پر ہو گا یا اکثریت کی رائے کے مطابق ہو گا؟ ان سوالات کا جواب یہ ہے کہ اسلامی طرز حکومت نظام شورائیت پر قائم ہوتی ہے۔ قدیم ادوار میں حکمران کی مشاورت کے لیے اہم اور ذمہ دار افراد کا ایک ادارہ موجود رہا ہے۔ قران پاک میں پرانے بادشاہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایسے ادارے کو "ملاء قوم" کے نام سے یاد کیا ہے۔(۱۸) ایران کی قدیم سلطنت میں اس کا نام "مجلس بزرگان" اور یونان میں "مجلس پنج صد" کے نام سے اس کے وجود کا ثبوت ملتا ہے۔ یونانیوں اور عربوں نے اس مجلس کی رکنیت کے لیے اہلیت، عمر اور ان کے اختیارات کا پورا نظام وضع کر رکھا تھا۔(۱۹) اجتماعی نظم کی تشکیل کے اصول قرآن مجید کی سورہ شوریٰ میں بیان ہوئے ہیں:

" فَمَآ أُوتِيتُم مِّن شَىْءٍ فَمَتَـٰعُ ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا ۖ وَمَا عِندَ ٱللَّهِ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ لِلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ وَٱلَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبَـٰٓئِرَ ٱلْإِثْمِ وَٱلْفَوَٰحِشَ وَإِذَا مَا غَضِبُوا۟ هُمْ يَغْفِرُونَ وَٱلَّذِينَ ٱسْتَجَابُوا۟ لِرَبِّهِمْ وَأَقَامُوا۟ ٱلصَّلَوٰةَ وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنَـٰهُمْ يُنفِقُونَ وَٱلَّذِينَ إِذَآ أَصَابَهُمُ ٱلْبَغْىُ هُمْ يَنتَصِرُونَ ۔"(۲۰)

ترجمہ: لوگوں کے لئے ان کی خواہشات کی محبت کو آراستہ کر دیا گیا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہتر ہے اور باقی رہنے والا ہے ان کے لیے جو ایمان لائے اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں اور وہ بڑے بڑے گناہوں اور کھلی ہوئی بے حیائیوں سے بچتے ہیں اور غصہ آ جائے تو در گزر کر جاتے ہیں اور جنھوں نے اپنے رب کی دعوت پر لبیک کہی اور ان کا نظام شوریٰ پر ہے۔ اور جو رزق ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور انتقام لیتے ہیں جب ان پر تعدی ہوتی ہے۔

اس آیہ مبارکہ پر غور کریں تو اسلامی نظم قائم کرنے والی مجلس اور حکمرانوں کے کچھ اوصاف واضح ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ توحید و رسالت اور معاد پر یقین کامل اور اس کے داعی ہوں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی نصرت پر بھروسہ اور خدا کا نظم قائم کرنے کے لیے جان نثاری اور توکل

۳۔ اخلاقی اعتبار سے مثالی سیرت کے مالک ہوں

۴۔ ان کا رویہ رعایا کے ساتھ در گزر، تحمل، حوصلہ اور بردباری والا ہو لیکن جب راہ حق میں رکاوٹ بننے والی قومیں بغاوت اور تعدی پر اتر آئیں تو ان سے انتقام بھی لیا جائے (بغاوت و تعدی کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی ان میں ہو)

۵۔ مقصد کی صداقت و بلندی (رضا الٰہی نہ کہ اقتدار کی ہوس)

۶۔ جذبہ شکر گزاری بذریعہ اقامت نماز اور انفاق فی سبیل اللہ۔

ان صفات و شرائطِ اہلیت کے علاوہ بھی قرآن مقدس میں کئی مقامات پر سیاسی نظم قائم کرنے والی مجلس اور حکام کی اہلیت کو بیان فرمایا

گیاہے۔ قرآن مجید نے اہل الرائے لوگ علمیت، اہلیت اور بصیرت کی بنیاد پر قرار دیے ہیں۔ پاک باز اور منصف مزاج لوگوں سے مشورہ کرنے کا حکم دیاہے نہ کہ تمام انسانوں سے۔

ان کا نظام ان کے باہمی مشورے پر مبنی ہے، سے جو نتائج سامنے آتے ہیں وہ ذیل میں دیے جاتے ہیں: لفظ امر کے عربی میں موقع محل کے مطابق کئی معانی بر آمد ہوئے ہیں: مثلاً ترغیب و مشورہ، زندگی کے عام مسائل یا معاملہ، حکم، اقتدار یا نظم اجتماعی۔ قرآن میں یہ لفظ درج بالا تمام معنوں میں حسب محل استعمال ہوا ہے۔ سورہ شوریٰ میں یہ لفظ نظام کے معنوں میں آیا ہے اور نظام کا ہر پہلو اس میں شامل سمجھا جائے گا۔ یعنی ریاست کے تمام معاملات اس کے دائرہ کار میں آئیں گے۔ اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے نظم اجتماعی کی اصلی بنیاد ء امر ھم شوریٰ بینہم، ہے۔ ریاست کے عہدیداران، حکام اور منصب خلافت و عمارت کا انتخاب بھی مشاورت سے ہی ہو گا۔ اسی طرح قانون ساز ادارہ یا مجلس شوریٰ کا انتخاب بھی مشاورت سے ہو گا اور اسلامی تعلیمات کے مطابق اہلیت کی شرائط کے تحت یہ تمام امور طے پائیں گے۔ فیصلہ سازی کے حوالے سے قرآن و سنت سے یہ بات ثابت ہے کہ مجلس شوریٰ کے اراکین سے، مسلمانوں کا امیر یا خلیفہ، اہم معاملات پر مشاورت کرے گا۔ لیکن مشاورت اور بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ خلیفہ کی صوابدید پر مبنی ہو گا۔ سورہ آل عمران میں جو ہدایات آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو دی گئیں ان سے یہ بات عیاں ہو گئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو یہ کہا گیا کہ مشورہ تو ہر صورت آپ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم) کو کرنا ہے لیکن مشورہ کے بعد آپ جس رائے پر پہنچ جائیں اللہ پر بھروسہ کر کے پورے عزم کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہو جائیں فرمایا:

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ" ۲۱

(ترجمہ: پھر اللہ کی رحمت کے سبب سے تو ان کے لیے نرم ہو گیا، اور اگر تو تند خو اور سخت دل ہوتا تو البتہ تیرے گرد سے بھاگ جاتے، پس انہیں معاف کر دے اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور کام میں ان سے مشورہ لیا کر، پھر جب تو اس کام کا ارادہ کر چکا تو اللہ پر بھروسہ کر، بے شک اللہ توکل کرنے والے لوگوں کو پسند کرتا ہے۔)

ایک تو یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ امیر کا فیصلہ مشاورت کے بعد صائب ہو گا اور دوسرا یہ کہ مشورہ ملک کی پوری آبادی سے نہیں بلکہ صرف ارکان شوریٰ سے کیا جائے گا اور ارکان شوریٰ ان مخصوص صفات و اہلیت کے حامل ہوں گے جو قرآن پاک میں بیان ہوئی ہیں۔ اس حوالے سے سورہ النساء میں منافقین کے طرز عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ مفاد عامہ اور ضرر عامہ سے تعلق رکھنے والی ہر بات کو عام لوگوں میں پھیلا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ۚ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ اِلَّا قَلِيْلًا" ۲۲

ترجمہ: اور جب ان کے پاس امن یا ڈر کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں، اور اگر اسے رسول اور اپنے

اولوالامر تک پہنچاتے تو وہ اس کی تحقیق کرتے جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو البتہ تم شیطان کے پیچھے چل پڑتے سوائے چند لوگوں کے۔

اس آیتِ مبارکہ سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سیاسی و قومی معاملات میں عام لوگوں کو شامل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ معاملات خاص صفات واہلیت کے حامل لوگوں کے سپرد کر دینے چاہیے مذکورہ آیت میں رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا ذکر مسلمانوں کے امیر کی حیثیت سے جبکہ اولو الامر منہم سے مجلس شوریٰ کے اراکین مراد ہیں۔ چنانچہ اسلامی دستور میں یہ شق موجود ہے کہ مسلمانوں کا سیاسی نظم مشورہ پر مبنی ہو گا اور ساتھ ہی یہ شق بھی کہ عام مسلمانوں کو اجتماعی امور اپنے ان معتمد لوگوں کے سپرد کر دینے چاہیں جو استنباط کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ پہلی شق نے انہیں شرکت کا حق دیا اور دوسری شق نے اسے استعمال کرنے کا طریقہ بتا دیا کہ خاص صفات کے حامل اپنے نمائندے منتخب کرنے کے بعد باقی معاملات کا فیصلہ وہ ان پر چھوڑ دیں گے۔ قرآن کی یہ ہدایت عقل اور انصاف کے فطری اصولوں کے مطابق ہے۔

درج ذیل آیات قرآنی بھی مسلمانوں کے حکمران اور حکام کی صفات و شرائط پر دلالت کرتی ہیں یہاں ان آیات کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

۱۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اس کے مستحق کے حوالے کرو۔

۲۔ اور خدا کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے

۳۔ اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس پہنچاتے تو تحقیق کرنے والے اس کی تحقیق کر لیتے۔

۴۔ اللہ نے تم میں سے اسے انتخاب کیا اور اسے علم اور جسم میں کشادگی دی گئی ہے۔

۵۔ ہم نے اسے حکمت اور فیصلہ کن بات کرنے کی صلاحیت دی۔

ان آیات قرآنی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلامی طرز حکومت میں خلیفہ / حکمران یا مجلس شوریٰ کے راکین کی اہلیت اور صلاحیت کے لیے خاص صفات ضروری ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ علوم دینیہ اور دنیاوی علوم میں مہارت اور استنباط کی صلاحیت۔

۲۔ متقی اور پرہیز گار ہونا۔

۳۔ فرائض منصبی سرانجام دینے کی صلاحیت واہلیت۔

۴۔ علم اور جسمانی صحت میں کشادگی۔

۵۔ حکمت اور فیصلہ سازی کی اہلیت۔

اب یہ دیکھنا ضروری ہے کہ دنیا میں اسلامی طرز حکومت کا مکمل تجربہ کہیں ہوا ہے؟ اور ان اصولوں کے تحت حکمران کا انتخاب اور مجلس شوریٰ کا انتخاب عملی طور پر کہیں تجربہ میں آیا ہے؟ اور ان اصولوں کے تحت فیصلہ سازی کہیں عمل میں آئی ہے؟ اس حوالے سے اس تحقیقی مضمون میں زیادہ تفصیل دینا ممکن نہیں ہے تاہم اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم (۶۱۰---۶۳۲ عیسوی) میں

https://ahqaq.com/index.php/Journal/article/view/33 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.2, Issue.2 (2024) PRINT - ISSN- 3006-5941

حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مدینہ میں جس اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اس میں اسلامی طرز حکومت کے رہنما اصول ملتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اللہ تعالی کی طرف سے نبی اور رسول بنا کر بھیجے گئے۔ اللہ تعالی کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو مدینہ میں ریاست و حکومت عطا ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مشاورت کے لیے مجلس منعقد کرتے اور مشاورت کے بعد فیصلہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صوابدید پر ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے اس دنیا سے رحلت فرما جانے کے بعد صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک مخصوص تعداد نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت مشاورت سے کی اور بعد میں اگلے دن یعنی منگل کو مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی۔(۲۳) حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا بطور خلیفہ تقرر نامزدگی کے ذریعے ہوا۔ ابن کثیر کی اس حوالے سے مختصر روایت کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے:

"اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نماز پڑھایا کرتے تھے اور اس مرض کے دوران بھی۔ سو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے بعد عمر بن خطاب کے لئے امر خلافت لکھا اور جس شخص نے یہ عہد لکھا وہ عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ تھے۔ یہ عہد مسلمانوں پر پڑھا گیا۔ لوگوں نے خود بھی پڑھا اور سنا اور اس کی اطاعت کی۔"(۲۴) حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقرر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی بنائی گئی چھ رکنی کمیٹی نے کیا۔ بعد میں بیعت عام ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تقرر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد ہوا۔ لوگوں کے بار بار اصرار پر پہلے کچھ مخصوص لوگوں نے بیعت کی۔ اور بعد میں بیعت عام ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کے بعد حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتخاب بھی اسی طریقہ پر ہوا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فیصلہ سازی مشاورت کے بعد خلیفہ کی صوابدید پر ہوتی تھی۔ شوریٰ کا ادارہ موجود رہا۔ بعد میں بالترتیب خلافت امویہ، خلافت عباسیہ، خلافت فاطمیہ اور خلافت عثمانیہ کے تحت ایک طویل عرصے تک مسلمانوں کا اتحاد برقرار رہا لیکن مسلم حکمران اسلام کے سنہری اصولوں سے دور ہوتے گئے اور ملوکیت کے اصول غالب آ گئے۔ مسلم حکمرانوں نے جزوی طور پر کچھ اسلامی اصولوں کو اپنائے رکھا اور یہ خلافت کا برائے نام ادارہ بھی ۱۹۲۴ء میں ختم ہو گیا۔ مسلم سلطنت چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستوں میں تبدیل ہو گئی اور مختلف ریاستوں میں مختلف اقسام کے طرز ہائے حکومت کے تجربات کیے گئے اور تا حال کیے جا رہے ہیں۔ موجودہ دور میں 57 اسلامی ممالک دنیا میں موجود ہیں جن میں طرز ہائے حکومت مختلف ہیں۔ اسلامی ممالک میں طرز ہائے حکومت کے چار بڑے زمرے بنائے جا سکتے ہیں:

۱۔ بادشاہت / ملوکیت

۲۔ جمہوری طرز حکومت

۳۔ مخلوط نظام حکومت (جمہوری اور اسلامی اصولوں کا امتزاج)

۴۔ ولایتِ فقیہ

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کا مثالی طرز حکومت (Allama Iqbal's Ideal Govt.)

علامہ محمد اقبال نے اپنی شعری اور نثری نگارشات کے ذریعے زندگی کے مختلف شعبہ جات میں مسلمانوں اور عالم انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ احسن انداز میں سر انجام دیا ہے۔ ریاست، طرز حکومت یا سیاست پر اقبال کی کوئی باقاعدہ تصنیف تو منظر عام پر نہیں آئی مگر اقبال نے اپنی شاعری، مضامین، خطبات، تقاریر، بیانات اور خطوط میں ریاست، سیاست اور طرز حکومت جیسے موضوعات پر بڑی وضاحت و صراحت سے اظہار

خیال کیا ہے۔ اس بکھرے ہوئے مواد کا مطالعہ و تجزیہ کر کے علامہ اقبال کے مثالی طرز حکومت کے خدو خال تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ دنیا میں طرز ہائے حکومت کے حوالے سے بہت سے تجربات ہو چکے ہیں جن کا خلاصہ درج بالا صفحات میں بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بادشاہت و ملوکیت، آمریت اور جمہوریت پر مبنی طرز ہائے حکومت نے ایک طویل مدت تک دنیائے سیاست میں غالب نظام سلطنت کی حیثیت اختیار کیے رکھی اور آج کی جدید دنیا میں بھی زیادہ تر ممالک میں انہی طرز ہائے حکومت کا تجربہ ہو رہا ہے۔

علامہ اقبال نے مذکورہ طرز ہائے حکومت کے نقائص کو اپنی شعری اور نثری تحریروں میں آشکار کیا ہے اور ان کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہے۔ یورپ کے بیشتر ممالک جمہوریت کے علمبردار ہیں۔ دنیا کا قدیم ترین طرز حکومت ملوکیت یا بادشاہت ہے۔ اقبال کے مطابق ملوکیت کا کوئی اخلاقی جواز نہیں ہے۔ ملوکیت افراد، قوم اور ریاست کو کمزور اور کھوکھلا کر دیتی ہے اقبال کہتے ہیں:

مثل زنبورے کہ بر گل می چرد   برگ را بگذارد و شہدش برد ۲۵

ترجمہ: ملوکیت شہد کی مکھی کی طرح ہے جو پھولوں پر چرتی ہے۔ اس کی پتیوں کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کا رس چاٹ جاتی ہے۔

اس حوالے سے علامہ اقبال کا ایک اور شعر ملاحظہ کیجئے:

فطرت کو گوارا نہیں سلطانی جاوید   ہر چند کہ یہ شعبدہ بازی ہے دلاویز ۲۶

ملوکیت کے نظام کو اقبال نے ایک استحصالی نظام کہا ہے اور اسے دنیا کے امن اور امن عامہ کے لیے انتہائی نقصاندہ قرار دیا ہے:

ملوکیت سراپا شیشہ بازی است   از و ایمن نہ رومی، نے حجازی است ۲۷

ترجمہ: ملوکیت سراسر کانچ کا کھیل ہے نا اہل روم کو اس سے امن ہے نا اہل حجاز کو۔

اقبال کے نزدیک قدیم ملوکیت کی بنیادیں جبر و استبداد اور ہوس ملک گیری پر مبنی ہیں۔ ملوکیت کی ان ہی چال بازیوں کو اقبال نے جادوگری، ساحری، ساز دلبری اور طلسم سامری جیسی تراکیب سے یاد کیا ہے۔ اسی طرح اقبال نے آمرانہ طرز حکومت کو بھی ناپسند کیا ہے اور ظلم واستحصال پر مبنی قرار دیا ہے اس طرح فلسفہ فسطائیت کو بھی اقبال رد کرتے ہیں۔ انہوں نے مسولینی کے فلسفہ کی بھی ستائش نہیں کی۔ "مسولینی" کے عنوان سے اقبال نے نظم بھی لکھی ہے۔ اس میں مسولینی کی شخصی خوبیوں کا کچھ اعتراف ملتا ہے لیکن اس نظم میں مسولینی کے فلسفہ فسطائیت پر درپردہ اعتراضات ہی اٹھائے گئے ہیں۔ اقبال نے اپنی نظم "ابی سینا" میں بھی حبشہ پر اس کے حملے پر تنقید کی ہے۔ کلام اقبال سے جمہوریت کے نقائص پر چند اشعار دیکھیے:

اے وائے آبروئے کلیسا کا آئینہ   روما نے کر دیا سر بازار پاش پاش (۲۸)

جمہوری طرز حکومت کو بھی اقبال نے اپنے اشعار میں ہدف تنقید بنایا ہے:

ہو فکر اگر خام تو آزادی افکار   انسان کو حیوان بنانے کا طریقہ (۲۹)

گریز از طرز جمہوری غلام پختہ کارے شو   کہ از مغز دو صد خر فکر انسانے نمی آید ۳۰

جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں   بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے (۳۱)

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام — جس کے پردوں میں نہیں غیر از نوائے قیصری
دیو استبداد ہے جمہوری قبا میں پائے کوب — تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری (۳۲)
تو نے کیا دیکھا نہیں مغرب کا جمہوری نظام — چہرہ روشن اندرون چنگیز سے تاریک تر (۳۳)

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اقبال کے نزدیک مغربی جمہوریت بہترین طرزِ حکومت نہیں کیونکہ اس کی بنیاد ان اصولوں پر ہے جو انسانی فطرت کے خلاف ہیں۔ علامہ اقبال ملوکیت کو بھی انسانی آزادیوں سے متصادم تصور کرتے ہیں کیونکہ اس طرز حکومت میں غلامی کے رجحانات فروغ پاتے ہیں۔ انسان کے بنیادی حقوق سلب ہو جاتے ہیں۔ علامہ اقبال آمریت کو بھی ملوکیت ہی کی ایک صورت قرار دیتا ہے۔ اقبال ان تمام طرز ہائے حکومت کے بدنما چہرے کو دو عظیم جنگوں کی صورت میں بھی دیکھ چکا تھا۔ ان جنگوں میں لاکھوں کی تعداد میں لوگ لقمہ اجل بنے۔ اس کے علاوہ ملکوں کی ہوس اور سامراجی استحصال کا بھی مشاہدہ کر چکا تھا کہ کس طرح مغربی ممالک نے کمزور ملکوں کو استحصال اور ظلم و جبر کا نشانہ بنایا اور صدیوں تک مختلف اقوام کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ علامہ اقبال نے دین و مذہب کو سیاست، ریاست اور طرز حکومت کے لیے بنیاد قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک لادین سیاست اور دین و دنیا کی جدائی حرص و ہوس کا باعث ہے۔ اقبال نے انسانیت کی حفاظت کے لیے ضروری قرار دیا ہے کہ دین سیاست کا رہنما ہو۔ اقبال نے لادین سیاست کو

"کنیز اہرمن و دوں نہاد و مردہ ضمیر" (۳۴) کہا ہے۔

بال جبرائیل کی نظم "دین و سیاست" میں انہی خیالات کو بڑے واضح انداز میں پیش کیا ہے:

ہوئی دین و دولت میں جس دم جدائی — ہوس کی امیری ہوس کی وزیری
اسی میں حفاظت ہے انسانیت کی — کہ ہوں ایک جنیدی و اردشیری (۳۵)

اس کے علاوہ اقبال امامت و خلافت کی اہلیت میں ذوق یقین، یقین محکم، عمل پیہم، محبت، صداقت، عدالت اور شجاعت کو لازم قرار دیتے ہیں۔ اس سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ اقبال جس طرز حکومت و سیاست کی ترغیب دیتے ہیں وہ روحانیت کی بالادستی اور رہنمائی کو قبول کرتی ہے۔ اقبال اپنے مثالی طرز حکومت میں اجتہاد کے ذریعے جدید زمانہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے اصول دین کی تشریح و توضیح پر زور دیتے ہیں۔ اقبال کے نزدیک اسلامی طرز حکومت میں اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور اس کی بنیاد روحانیت پر ہے۔ اس کا آئین اور دستور العمل قرآن مقدس اور اسوہء رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم پر مبنی ہے:

تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست — زیر گردوں، سر تمکین تو چیست
آں کتاب زندہ، قرآن حکیم — حکمت اولایزال است قدیم
نوع انساں را پیام آخرین — حامل او رحمت للعالمین (۳۶)

اسلامی طرز حکومت میں چونکہ اقتدار اعلیٰ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لیے آئین بنانے کا حق بھی اسے ہی حاصل ہے۔ اقبال کے نزدیک یہ آئین مسلمانوں کے اتحاد کا مظہر و ضامن ہے۔ قرآن و سنت ہی نے مسلمانوں کو ایک اکائی اور یکجہتی عطا کر رکھی ہے۔ قرآن پاک مسلمانوں میں نظم و تنظیم کا واحد اور اہم ترین سبب ہے۔

از یک آئینی مسلمان زندہ است پیکر ملت از قران زندہ است (۳۷)

اپنی معروف نظم "جواب شکوہ" میں بھی اقبال نے توحید، رسالت، عشق رسول اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو حکومت کی بنیاد قرار دیتے ہوئے نظام خلافت کو مسلمانوں کے لیے تجویز کیا ہے۔ عقل کو سپر اور عشق کو مسلمان کی شمشیر قرار دے کر کہا ہے کہ مسلمان اگر سچا عاشق خدا ہو، محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا حقیقی وفادار ہو اور وہ جذبہ جہاد اور حقیقی توحید کو اپنا شعار بنالے تو پوری کائنات اس کے سامنے سر نگوں ہو سکتی ہے۔

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری میرے درویش خلافت ہے جہانگیر تری

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں۔(۳۸)

علامہ اقبال مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے حریت فکر و عمل سیکھنا چاہیے جنہوں نے کربلا میں اپنے مقدس خون سے حکومت و اقتدار پر ایک خاندان کی اجارہ داری (ملوکیت) کے خلاف علم حریت بلند کیا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ عظیم قربانی صرف ایک خاندان کے خلاف جنگ نہ تھی بلکہ خلافت کے عظیم ادارے کی بحالی کے لیے تھی۔ مسلمانوں کے نظام خلافت کی بنیاد فقر و استغنا، عدل و شجاعت اور روح حریت پر ہے۔ خلافت کی شان یہ ہے کہ حکمران کسی اعتبار سے بھی عام آدمی پر فوقیت نہیں رکھتا۔ اقبال کی نظم "حکومت الہیٰ" (خلافت) جو جاوید نامہ میں ہے، اس میں بھی خلافت کے خدو خال اور خلیفہ کے مقام و کردار کو اس طرح واضح کیا گیا ہے:

۱۔ حق پر چلنے والا انسان ۲۔ ہر مقام سے بے نیاز ۳۔ نہ خود کسی کا غلام نہ کوئی اس کا غلام ۴۔ اس کا آئین حکومت خدا کی طرف سے ہوتا ہے۔ ۵۔ اسکا طرز عمل قرآن کے تابع ہوتا ہے۔ ٦.اس کی نگاہ میں ہر شخص کی بہبود ہوتی ہے۔ ۷۔ امن و جنگ دونوں حالتوں میں عدل و انصاف پر قائم رہتا ہے۔ ۸۔ اس کی دوستی دشمنی کا انحصار قران کی ہدایت "لا یراعی لا یخاف " پر ہوتا ہے۔ ۹۔ حکومت خدا کے تحت نہ ہو تو کافری ہے۔ انہی خصوصیات کی وجہ سے اقبال نظام خلافت کی آرزو کرتے ہیں۔

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر (۳۹)

اصل میں حکومت و ریاست کے حوالے سے اقبال کا تصور بنیادی طور پر روحانیت پر مبنی ہے۔وہ اسلامی طرز حکومت (خلافت) کو مثالی تصویر کرتے ہیں۔ جس کی بنیاد دین اسلام پر ہو۔ اور اسکا واحد مقصد روحانی زندگی کی بلند ترین سطح حاصل کرنے کا ماحول فراہم کرنا اور اس کے نتیجے میں مسلم ملت اور پوری انسانیت کی فلاح و بہبود اور بقا کو یقینی بنانا ہے۔ اس حوالے سے علامہ اقبال لکھتے ہیں:

"لیکن ہمیں چاہیے آج اپنے اس موقف کو سمجھیں اور اپنی حیات اجتماعیہ کی از سر نو تشکیل اسلام کے بنیادی اصولوں کی رہنمائی میں کریں، تا آنکہ اس کی وہ غرض وغایت جو ابھی تک صرف جزواً ہمارے سامنے آئی ہے، یعنی اس روحانی جمہوریت کا نشو و نما جو اس کا مقصود و منتہا ہے تکمیل کو پہنچ سکے "(۴۰)

لیکن اقبال اس بات پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں کہ خلافت کا وہ نظام جس کے قائم ہونے سے مسلمانوں میں ملوکیت و بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا تھا۔ وہ خلافت جو ناموس الہیٰ کی محافظ تھی ختم ہو گئی ہے۔ اور مسلمانوں نے بھی ملوکیت کی راہ اختیار کر لی ہے اور بادشاہت کے طور

طریقے سیکھ لیے ہیں:

خلافت بر مقام ما گواہی است | حرام است آنچہ بر ما پادشاہی است
ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ | خلافت حفظ ناموس الہٰی است
عرب خود را بنور مصطفی سوخت | چراغ مردہء مشرق برافروخت
ولیکن آں خلافت راہ گم کرد | کہ اول مومناں را شاہی آموخت (۴۱)

مندرجہ بالا تفصیلی تجزیاتی مطالعہ سے یہ نتائج برآمد ہوئے ہیں کہ علامہ اقبال ملوکیت، بادشاہت آمریت اور جمہوریت جیسے طرز ہائے حکومت کو رد کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ طرز ہائے حکومت انسانیت کو مادی اور روحانی بلندیوں پر نہیں لے جاسکتے۔ ان کے نزدیک ان طرز ہائے حکومت نے موجودہ دنیا کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور انسانی آزادیوں اور بنیادی حقوق کو پامال کیا ہے۔ دنیا میں استحصال اور جنگ و جدل کو روکنے میں یہ طرز ہائے حکومت ناکام رہے ہیں۔ علامہ اقبال کا مثالی طرز حکومت اخلاقی اقدار روحانیت اور جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے۔ اس طرز حکومت کا نصب العین انسان کی مادی اور روحانی ترقی اور عروج ہے۔ اس طرز حکومت کی بنیاد قرآن پاک اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور مدینہ کی اسلامی ریاست پر ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے قائم فرمائی۔ اس میں آئین سازی اور تمام اقتدار اعلیٰ کا مالک اور سرچشمہ قرآن پاک، سنت رسول صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور اجتہاد ہے۔ ایسا طرز حکومت انسان کے بنیادی حقوق، ازادی و حریت مساوات وعدل، اخوت و محبت، انفرادی، قومی اور بین الاقوامی امن و ترقی کا علمبردار ہے جو فرد، معاشرہ اور انسانیت کی فلاح و ترقی کا ضامن ہے۔ شورائیت اقبال کے مثالی طرز حکومت کا اہم اور بنیادی اصول ہے۔ اقبال کے طرز حکومت میں اعلیٰ فضائل و کمالات کی حامل مجلس شوریٰ کا قیام عمل میں لایا جائے گا جس کے ممبران کا انتخاب علمیت، تقویٰ، صلاحیت اور شعبہ جاتی مہارت کی بنیاد پر ہو گا۔ وہ اپنے میں سے ہی اعلیٰ ترین شخصیت کا انتخاب کریں گے جو اس وقت تک مسلمانوں کا حکمران یا خلیفہ رہے گا جب تک وہ قرآن و سنت کے مطابق امور مملکت کو چلائے گا۔ فیصلہ سازی میں شوریٰ میں مشاورت ہو گی لیکن فیصلہ اکثریت کی بنیاد پر نہیں بلکہ خلیفہ کی صوابدید پر ہو گا۔ اس طرز حکومت میں اتحاد ملت، اسلامی تعلیمات کے احیاء، قانون کی حکمرانی، میرٹ کی بالادستی، شفافیت اور انسانی ترقی اعلیٰ ترین اہداف ہوں گے۔ اقبال کے نقطہ نظر میں خلیفہ اور مجلس شوریٰ کے لیے خاص اوصاف کا حامل ہونا شرط ہے۔ اور اسی طرح ریاست کے معاملات میں مخصوص اہلیتوں کے حامل شہریوں کو ہی شرکت کا حق ہے۔ اقبال کا طرز حکومت اسلامی دنیا کے لیے مشعل راہ ہے۔ اسلامی ممالک کو فکر اقبال کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

حوالہ جات / حواشی

۱۔ کنیز فاطمہ یوسف، ڈاکٹر، اقبال اور عصری مسائل، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، ۲۰۰۵ء)، ص ۱۹۹

۲۔ ماکس وبر (Max Weber) کی کتاب "politics as a vocation"، تھامس ہابز کی کتاب "Leviath"، جان لاک کی کتاب Two Treaties of Government اور جین جیک روسو کی کتاب The social Contract میں ریاست کے اجزائے ترکیبی بیان ہوئے ہیں۔

۳۔ ابنِ خلدون، عبدالرحمن، المقدمہ، منشورات، بیروت، س ن، ص ۱۵۱

۴۔القران الحکیم،النمل:۳۴

۵۔محمد افضل،میاں،اقبال اور عالمی سیاسیات،(لاہور:سنگ میل پبلکیشنز،۱۹۷۸،)ص ۴۱

6. ,Open AI, Chat GPT December 22,2024 Version, accessed December 22, 2024, https: //chat.open ai.com

7. Arendt, Hannah, The Origins Of Totalitarianism,Sihoken Books,1951,p.340

8. ,.Huntington, Samuel,P Political Changing Societies, Yale University press,1968,P.89

9. Nerberto Bobio, Democracy and Dictatorship,Tr Peter Kennealy Polity press, 1997, P.139

10. Dahl,R.A.(1998), On Democracy,Yale University press,P.37

11. ,(Chomsky ,N.(2002 Media Control : The Spectacular Achievements of Propaganda, Seven Stories Press ,P.18

۱۲۔ مستفیض احمد علوی،ڈاکٹر،مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب،(لاہور:ادارہ نور سحر و بیت الحکمت،۲۰۰۳ء)،ص ۲۸

۱۳۔شاہد حسین رزاقی،تاریخ جمہوریت،(لاہور:انجمن حمایت اسلام پریس،۱۹۵۷)،ص ۳۵

۱۴۔ایضاً،ص ۳۶،۳۵

۱۵۔القرآن الحکیم،یوسف:۴۰

۱۶۔القرآن الحکیم،الملک:۱

۱۷۔القرآن الحکیم،الانفال:۶۱

۱۸۔ابن جریر،تاریخ طبری،بحوالہ،مغربی جمہوریت حقیقت اور سراب از مستفیض احمد علوی،ڈاکٹر،ص ۱۶۴

۱۹۔ ایضاً

۲۰۔القران الحکیم،الشوریٰ:۳۶تا۳۹

۲۱۔القرآن الحکیم،آل عمران،:۱۵۹

۲۲۔القرآن الحکیم،نساء،:۸۳

۲۳۔مولانا عبدالرحمن کیلانی خلافت وجمہوریت،(لاہور:مکتبہ السلام وسن پورہ،۲۰۱۰ء)ص ۵۰

۲۴۔ابن کثیر،البدایۃ والنہایۃ،ج۵،ص۱۸،بحوالہ ایضاً،ص ۶۰

۲۵۔اقبال،جاوید نامہ،(لاہور:اقبال اکادمی پاکستان,۱۹۸۲ء)،ص ۷۰

۲۶۔اقبال،ضربِ کلیم،(اسلام آباد:نیشنل بک فاؤنڈیشن،۱۹۹۶)،ص ۱۷۰

۲۷۔اقبال،ارمغان حجاز(لاہور:جاوید اقبال،۱۹۳۸)ص ۴۶

۲۸۔ اقبال، ضرب کلیم، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن پاکستان، ۱۹۹۶ء) ص ۱۶۷

۲۹۔ اقبال، ڈاکٹر، ضرب کلیم، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن، ۱۹۹۶ء)، ص ۹۹

۳۰۔ اقبال، پیام مشرق، (لاہور: جاوید اقبال، ۱۹۴۶ء) صفحہ ۱۵۸

۳۱۔ اقبال، ضرب کلیم (لاہور: کپور پرنٹنگ ورکس، ۱۹۴۴ء)، ص ۱۵۰

۳۲۔ اقبال، بانگ درا، (لاہور: نیاز احمد، ۱۹۷۷ء)، ص ۲۶۱

۳۳۔ اقبال، ارمغان حجاز، (لاہور: جاوید اقبال، ۱۹۷۰ء)، ص ۲۱۸

۳۴۔ اقبال، ضرب کلیم، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۶ء) ص ۱۷۴

۳۵۔ اقبال، بال جبریل، (لاہور: تاج کمپنی لمیٹڈ، ۱۹۳۵ء)، ص ۱۶۰

۳۶۔ اقبال، اسرار و رموز (لاہور: کتب خانہ نظریہ اردو بازار، ۱۹۶۲ء)، ص ۱۱۰

۳۷۔ ایضاً، ۱۱۳

۳۸۔ اقبال، بانگ درا، (اسلام آباد: نیشنل بک فاؤنڈیشن ۱۹۹۶ء) ص ۲۱۹

۳۹۔ ایضاً، ص ۲۷۷

۴۰۔ اقبال، بحوالہ تشکیل جدید الٰہیات اسلامیہ از سید نذیر نیازی، مترجم، (لاہور: بزم اقبال، ۱۹۸۶ء)، ص ۲۷۷

۴۱۔ اقبال، ارمغانِ حجاز، (لاہور: جاوید اقبال، ۱۹۳۸ء)، ص ۱۲۶

References In Roman Script

1. Kaneez Fatima Yousuf, Dr., *Iqbal aur Asri Masail*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2005), p. 199.
2. Max Weber's book *Politics as a Vocation*, Thomas Hobbes's book *Leviathan*, John Locke's book *Two Treatises of Government*, and Jean-Jacques Rousseau's book *The Social Contract* discuss the components of the state.
3. Ibn Khaldun, Abdur Rehman, *Al-Muqaddimah*, Manshoorat, Beirut, s.n., p. 151.
4. *Al-Quran al-Hakeem*, An-Naml: 34.
5. Muhammad Afzal, Mian, *Iqbal aur Aalmi Siyasiyat*, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1978), p. 41.
6. Open AI, Chat GPT December 22, 2024 Version, accessed December 22, 2024, https://chat.openai.com.

7. Arendt, Hannah, *The Origins of Totalitarianism*, Sihoken Books, 1951, p. 340.
8. Huntington, Samuel P., *Political Changing Societies*, Yale University Press, 1968, p. 89.
9. Nerberto Bobio, *Democracy and Dictatorship*, Tr. Peter Kennealy, Polity Press, 1997, p. 139.
10. Dahl, R.A., *On Democracy*, Yale University Press, 1998, p. 37.
11. Chomsky, N., *Media Control: The Spectacular Achievements of Propaganda*, Seven Stories Press, 2002, p. 18.
12. Mustafeez Ahmed Alvi, Dr., *Maghribi Jamhuriyat: Haqeeqat aur Saraab*, (Lahore: Idara Noor-e-Sehar wa Bait-ul-Hikmat, 2003), p. 28.
13. Shahid Hussain Razaqi, *Tareekh-e-Jamhuriyat*, (Lahore: Anjuman-e-Himayat-e-Islam Press, 1957), p. 35.
14. Ibid., p. 35-36.
15. *Al-Quran al-Hakeem*, Yusuf: 40.
16. *Al-Quran al-Hakeem*, Al-Mulk: 1.
17. *Al-Quran al-Hakeem*, Al-Anfal: 61.
18. Ibn Jarir, *Tareekh-e-Tabari*, referenced in *Maghribi Jamhuriyat: Haqeeqat aur Saraab* by Mustafeez Ahmed Alvi, Dr., p. 164.
19. Ibid.
20. *Al-Quran al-Hakeem*, Ash-Shura: 36-39.
21. *Al-Quran al-Hakeem*, Aal-e-Imran: 159.
22. *Al-Quran al-Hakeem*, An-Nisa: 83.
23. Maulana Abdul Rehman Keelani, *Khilafat wa Jamhuriyat*, (Lahore: Maktaba-tul-Islam Wassanpura, 2010), p. 50.
24. Ibn Kathir, *Al-Bidaya wa Al-Nihaya*, Vol. 5, p. 18, referenced in Ibid., p. 60.
25. Iqbal, *Javid Nama*, (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 1982), p. 70.
26. Iqbal, *Zarb-e-Kaleem*, (Islamabad: National Book Foundation, 1996), p. 170.

27. Iqbal, *Armaghan-e-Hijaz*, (Lahore: Javid Iqbal, 1938), p. 46.

28. Iqbal, *Zarb-e-Kaleem*, (Islamabad: National Book Foundation Pakistan, 1996), p. 167.

29. Iqbal, Dr., *Zarb-e-Kaleem*, (Islamabad: National Book Foundation, 1996), p. 99.

30. Iqbal, *Payam-e-Mashriq*, (Lahore: Javid Iqbal, 1946), p. 158.

31. Iqbal, *Zarb-e-Kaleem*, (Lahore: Kapoor Printing Works, 1944), p. 150.

32. Iqbal, *Bang-e-Dra*, (Lahore: Niaz Ahmad, 1977), p. 261.

33. Iqbal, *Armaghan-e-Hijaz*, (Lahore: Javid Iqbal, 1970), p. 218.

34. Iqbal, *Zarb-e-Kaleem*, (Islamabad: National Book Foundation, 1996), p. 174.

35. Iqbal, *Bal-e-Jibril*, (Lahore: Taj Company Limited, 1935), p. 160.

36. Iqbal, *Asrar-o-Rumuz*, (Lahore: Kutub Khana Naziriya Urdu Bazaar, 1962), p. 110.

37. Ibid., p. 113.

38. Iqbal, *Bang-e-Dra*, (Islamabad: National Book Foundation, 1996), p. 219.

39. Ibid., p. 277.

40. Iqbal, referenced in *Tashkeel-e-Jadeed Ilahiyat-e-Islamiya* by Syed Nazir Niazi, translator, (Lahore: Bazm-e-Iqbal, 1986), p. 277.

41. Iqbal, *Armaghan-e-Hijaz*, (Lahore: Javid Iqbal, 1938), p. 126.